سفارش پر اجرت لینے کا حکم

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دار الافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دار التقویٰ، مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفارش اور اس پر اجرت لینے کا حکم

سفارش: تعارف واہمیت

کسی کی مصلحت ومفاد کے لئے دوسرے سے درخواست کرنے کو عام طور پر سفارش کہاجاتاہے۔جو شخص کسی کے لئے سفارش کرتاہے، وہ اس کام کے لئے ذریعہ ثابت ہوتاہے جس کی وہ شفاعت کررہاہے،اگرکسی اچھے اورنیک کام کے لئے سفارش کرے تویہ اچھی سفارش شمار ہوگی اور اس کے نتیجے میں جو نیکیاں اور بھلائیاں وجود میں آتی ہیں،سفارش کرنے والا اس کے اجروثواب میں شریک قراردیاجائے گا اوریوں ہی اگر کوئی بری اور کارِبد کی سفارش کرے توبرے کاموں میں کسی کا تعاون کرناخود بھی براہے اور جب جان بوجھ کر کوئی اس طرح اقدام کرے تواس کے نتیجے میں جوکچھ خرابیاں اور برائیاں موجود ہوں گی،ان میں بھی سفارش کنندہ کا اپنا حصہ ہوگا۔قرآن کریم نے درج ذیل آیت کریمہ میں یہ ضابط ارشاد فرمایا:

{مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا }.[١]

---

[١] القران الكريم ،سورة النساء،رقم الاية: ٨٥.

ترجمہ:" جو کوئی اچھی بات میں سفارش کرے اسے بھی اس میں سے ایک حصہ ملے گا اور جو کوئی بری بات میں سفارش کرے اس میں سے ایک بوجھ اس پر بھی ہے"

سفارش پر اجرت لینے کا حکم

پہلے دور کی بنسبت اب سفارش کرنے کی ضرورت بھی زیادہ پیش آتی ہے اوراس پر اجرت لینے کے اسباب وعناصر بھی پیدا ہوگئے ہیں،اس لئے اب بکثرت یہ سوال پیش آتا ہے کہ سفارش پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے حکم میں درج ذیل تفصیل ہے:

سفارش کی پہلی صورت اوراس کا حکم

الف: اگر سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ سفارش کنندہ کوئی ایسی خدمت بھی انجام دیتاہے جس پر اجارہ کا عقد منعقد کرنا درست ہوسکتاہے اور پھر عملی طور پر دونوں فریق باہمی اتفاق سے عقد کریں کہ سفارش کنندہ دوسرے فریق کی خاطر فلاں کام کرے گا اوراس کے بعد اتنی اجرت لے گا۔مثال کے طورپر زید عمر کے لئے کسی نیک یامباح کام میں سفارش کرناچاہتاہے اور سفارش کے اس کام کے لئے اس کو کسی دفتر یا بااختیار افراد کے پاس جانے اوران کو اطمینان دلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ اجارہ کا معاملہ شمار ہوگا اوراس میں مضائقہ نہیں ہے۔حضرات فقہائے کرام نے قضاء ورشوت کے مختلف صورتوں کے ضمن میں اس کا حکم تحریر فرمایاہے۔

دوسری صورت اوراس کا حکم

ب: سفارش کنندہ کے لئے سفارش کرنے کے علاوہ کوئی کام کرنا نہ پڑے۔ مثال کے طور پر زید ایک تعلق دار شخص ہے، مختلف طبقات کے ذمہ دار افراد کے ساتھ اس کے روابط ہیں، اب بکر کو کوئی حاجت در پیش ہے جس کے لئے وہ زید کے پاس آتا ہے اوراس سے اپنے لئے سفارش کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، سفارش کرنے کی صورت یہ ہے کہ زید متعلقہ افراد کو زبانی یا فون پر صرف اس قدر بتاتا ہے کہ بکر کا فلاں کام کر دیں۔

سفارش کی اس صورت پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں متعدد اہلِ علم کا موقف یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اوراس طرح جو اجرت وصول کی جائے وہ حلال نہیں ہے، "امداد الفتاویٰ" میں بھی ایک دو جگہ یہ فتویٰ دیا گیاہے اور عرب وعجم کے دیگر متعدد علماء کرام کا بھی یہ موقف ہے۔

اجرت ناجائز ہونے کی وجوہات

اس کے ناجائز ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اپنی خدمات پیش کرنے عوض لینے کو اجارہ کہاجاتا ہے جس کے جائز ہونے کی متعدد شرائط ہیں اور یہاں وہ شرائط موجود نہیں ہیں۔ سفارش میں درج ذیل دو باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اس پر اجرت لینا شرعی نقطہ نظر سے جائز معلوم نہیں ہوتا:

الف: سفارش ایک طاعت اور باعث اجر وثواب کام ہے جبکہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

ب: سفارش غیر متقوّم چیز ہے۔

پہلی وجہ اور اس کا فقہی تجزیہ

ان دونوں میں سے پہلی وجہ یعنی "طاعت ہونے" کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ چونکہ مسلمان کے لئے جائز امور میں سفارش کرنا نیکی اور باعث اجر وثواب کام ہے، لہٰذا یہ طاعت میں داخل ہے جس پر اجرت لینا ممنوع ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تشریح کے مطابق اس پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔ بلاشبہ مسلمان کی حاجت روائی کرنا اور اس میں اپنی حد تک کوشش کرنا بڑی نیکی اور بہت اجر وثواب کا موجب ہے، تاہم یہ ان طاعات میں سے نہیں ہے جن پر اجرت لینا ناجائز ہوتا ہے، چنانچہ ہر طاعت پر اجرت لینا ممنوع نہیں ہے بلکہ صرف انہی طاعات پر ایسا کرنا ناجائز ہے جو مسلمان کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں[1] جبکہ یہ سفارش کا یہ حال نہیں ہے، بلکہ مسلمان ہو یا کافر، دونوں سفارش کر سکتے ہیں۔

نیز اس طرح سفارش کرنے کو طاعت میں داخل کر کے اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا جائے تو اجارہ کی سینکڑوں صورتوں کو ناجائز کہنا لازم آجائے گا، کیونکہ عقدِ اجارہ کی تقریبا تمام صورتوں میں یہ بات متصور ہے کہ اجارہ کرنے والا جس جائز خدمت یا منفعت حاصل کرنے کے لئے اجارہ کرنے اور اجرت دینے پر

---

[1] کونسے طاعات پر اجرت لینا جائز ہے اور کن پر نہیں؟ یہ ایک تحقیق طلب اور تفصیل طلب مسئلہ ہے جس کی کچھ تفصیل "عطر ہدایہ" میں ہے، ملاحظہ فرمائیں: عطر ہدایہ (محقق ومخرّج)، ص۳۰۸و۳۰۹۔

خود حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے بھی عربی زبان میں اس پر ایک تحقیقی مقالہ لکھاہے جس کا اردو ترجمہ بھی : "طاعات پر اجرت کے جواز وعدم جواز کی تحقیق" کے نام سے مکمل ہو چکا ہے۔

آمادہ ہوتا ہے، اس میں دوسرا فریق اگر عقد کے طور پر اس ایجاب کو قبول نہ کرے بلکہ یوں ہی اس کی ضرورت پوری کردے اوراس میں نیت کی درستگی کا بھی اہتمام کرے توبلاشبہ یہ نیکی اور اجر وثواب کا موجب ہے۔

دوسری وجہ اوراس کا تجزیہ

سفارش پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ یہ عمل غیر متقوّم ہے۔

اس میں فقہی لحاظ سے اشکال کی بات یہ ہے کہ اجارہ کے درست ہونے کے لئے عمل کے "متقوّم" ہونے کی مستقل شرط ضروری نہیں ہے بلکہ یہی کافی ہے کہ جس خدمت ومنفعت پر اجرت لی جائے، وہ:

الف: مباح ہو۔

ب: مقصود ہو۔

ج: اجیر کی قدرت میں ہو، ظاہری اور حسی طور پر بھی اس کی دسترس میں داخل ہو اور شرعی نقطہ نظر سے بھی وہ یہ کام کر سکتا ہو، کوئی ناجائز اور گناہ کا کام نہ ہو۔

د: ساتھ وہ ایسی طاعت بھی نہ ہو جو مسلمان ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔

غور کیا جائے تو "متقوّم" ہونے کا مفہوم درج بالا شرائط میں سے دوسری شرط کے ساتھ قریب تر ہے اوراس لحاظ سے یہ قید مفید بھی معلوم ہوتی ہے لیکن اس اعتبار سے سفارش غیر متقوم نہیں ہے کیونکہ یہ حسی طور پر بھی سفارش کنندہ کے اختیار میں ہوتا ہے اور شرعی لحاظ سے بھی ناجائز یا ممنوع نہیں ہے۔

یہاں یہ سوال کیاجاسکتاہے کہ سفارش کرنا اگرچہ کرنے والے کے اختیار میں ہوتاہے لیکن اس کا قبول ومفید ثابت ہوناتواس کے دسترس میں نہیں ہوتابلکہ جس کو درخواست کی جاتی ہے، اس کی مرضی پر موقوف ہوتاہے، اس لئے اس پر اجرت لیناجائز نہیں ہوناچاہئے۔ اس کاجواب یہ ہے کہ یہاں اجارہ کا محل سفارش کا قبول کرنا کروانا نہیں ہے بلکہ خود سفارش کرنا ہی معقود علیہ ہے جو کہ بلاشبہ کرنے والے کے اختیار میں ہے۔

کیاسفارش منفعت مقصودہ ہے؟

نیز یہ اشکال بھی کیاجاسکتاہے کہ درج بالا شرائط کی روشنی میں سفارش منفعت مقصودہ نہیں ہے، اس لئے اس پر اجارہ منعقد کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن یہ اشکال اس لئے مفید نہیں ہے کہ حضرات فقہائے کرام کے ذکر کردہ جزئیات سے معلوم ہوتاہے کہ کسی منفعت کے مقصود ہونے یانہ ہونے کا دار مدار لوگوں کے باہمی تعامل وعرف پر ہے، لوگوں کے تعامل وتعارف ہی سے کوئی منفعت مقصود بن جاتی ہے، لہٰذا اگر کہیں اس پر اجرت لینا کا تعامل ہو تو محض "منفعتِ مقصودہ" نہ ہونے کی بناء پر اس کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔

موضوع سے متعلق کچھ اشکالات وجوابات

پہلا اشکال: سنن ابی داؤد کی روایت

معاصرین اہل علم میں سے جن حضرات نے سفارش پر اجرت یا ہدیہ لینے کو ناجائز قرار دیاہے، ان میں سے اکثر حضرات نے درج ذیل روایت سے استدلال فرمایاہے:

عن أبي أمامة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «من شفع لأخيه بشفاعة، فأهدى له هدية عليها فقبلها، فقد أتى بابا عظيما من أبواب الربا».[1]

ترجمہ:"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کاارشاد گرامی نقل ہے کہ :جواپنے مسلمان بھائی کی سفارش کرے اوروہ اس کی وجہ سے اسے کچھ ہدیہ دیدے اور یہ قبول کرے، تووہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوگیا"۔

اس روایت میں سفارش کرنے والے کے لئے اپنی سفارش کے بدلے ہدیہ قبول کرنے کی سخت مذمت فرمائی گئی اوراس کو سود کی ایک عظیم قسم شمار فرمایاگیاہے،جب ہدیہ وصول کرنے کایہ حکم ہے توباقاعدہ اجرت وصول کرنے کی مذمت کس قدر ہوگی!

لیکن اس روایت میں اسنادی لحاظ سے کلام کیاگیاہے جس کی وجہ سے یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے، چنانچہ شیخ شعیب ارناؤوط مرحوم اس کی تعلیقات میں لکھتے ہیں:

منكر. القاسم -وهو ابن عبد الرحمن الدمشقي- ان كان ثقة يُغرب كثيراً كما قال الحافظ، وهذا الحديث من أفراده، وقد جاء في حديث ابن عمر ما يخالفه، ففيه: "من آتى إليكم معروفا فكافئوه" أخرجه أحمد (٥٣٦٥) وسيأتي عند المصنف برقم (٥١٠٩)، وإسناده

[1] سنن أبي داود،أبواب الإجارة،باب في الهدية لقضاء الحاجة،ج٣ص ٢٩١.

صحيح. وقد أورد ابنُ القطان الفاسي هذا الحديث في "الوهم والإيهام" ٤/ ٥١٩ في باب الأحاديث التي سكت عنها عبد الحق الإشبيلي مصححاً لها وليست بصحيحة. وأخطأ الشيخ ناصر الألباني، فحسنه في "صحيحته" (٣٤٦٥).[١]

ترجمہ: "یہ روایت منکر ہے، کیونکہ قاسم بن عبدالرحمن دمشقی اگر ثقہ بھی ہو تب بھی وہ بہت غریب روایات نقل کرتا ہے جیسا کہ حافظ بن حجرؒ نے فرمایا ہے۔ نیز چونکہ اس حدیث میں بھی وہ متفرد ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اس کے مخالف ہے وہ یہ کہ: "جو کوئی آپ کے ساتھ احسان کرے تو اس کا بدلہ ادا کرو" اس روایت کو امام احمد نے نقل کیا ہے، نیز مصنف بھی آگے صحیح سند کے ساتھ اسے نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابن قطان فاسی نے اُس روایت کو وہم اور ایہام میں ان احادیث کے باب میں نقل کیا ہے جس پر علامہ عبد الحق اشبیلی نے صحیح سمجھتے ہوئے سکوت کیا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں۔ نیز علامہ ناصر الدین البانی بھی اسے حسن قرار دینے میں غلطی کر چکے ہیں"۔

جن حضرات نے اس کو ثابت مانا ہے، انہوں نے بھی اس کو اپنے عموم پر نہیں رکھا اور ہر طرح سفارش کرنے کو اس کے ذیل میں شامل نہیں فرمایا بلکہ سفارش کی بعض مخصوص صورتوں کو اس کا محمل قرار دیا ہے کہ کسی ناجائز چیز میں کسی کی سفارش کی جائے اور اس پر ہدیہ وصول کیا جائے یا کسی ایسے معاملے میں مسلمان کی سفارش کی جائے جہاں سفارش کرنا شرعی نقطہ نظر سے ضروری ہوتا ہے

---

[١] سنن أبي داود ت الأرنؤوط، التعليقات، ج ٥ص ٣٩٩.

اور پھر اس پر ہدیہ کے نام وعنوان سے کچھ عوض بھی وصول کی جائے۔مثال کے طور پر علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فيه دليل على تحريم الهدية في مقابلة الشفاعة وظاهره سواء كان قاصدا لذلك عند الشفاعة أو غير قاصد لها وتسميته ربا من باب الاستعارة للشبه بينهما، وذلك لأن الربا هو الزيادة في المال من الغير لا في مقابلة عوض وهذا مثله، ولعل المراد إذا كانت الشفاعة في واجب كالشفاعة عند السلطان في إنقاذ المظلوم من يد الظالم أو كانت في محظور كالشفاعة عنده في تولية ظالم على الرعية فإنها في الأولى واجبة فأخذ الهدية في مقابلها محرم، والثانية محظورة فقبضها في مقابلها محظور، وأما إذا كانت الشفاعة في أمر مباح فلعله جائز أخذ الهدية لأنها مكافأة على إحسان غير واجب ويحتمل أنها تحرم لأن الشفاعة شيء يسير لا تؤخذ عليه مكافأة.[1]

ترجمہ:"اس حدیث سے سفارش کے بدلے ہدیہ لینے کاناجائز ہونامعلوم ہوتاہے، خواہ سفارش کرتے وقت اس کی نیت کرے یانہ کرے۔اس معاملہ کو سود قراردینابھی استعارہ کی بنیادپر ہے، کیونکہ دونوں میں مشابہت کاعلاقہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: سود اس زائد مال کو کہتے ہیں جوکسی سے عوض کے بغیر لیاجائے اور سفارش بھی اسی طرح ہے۔مگر ممکن ہے کہ حدیث میں سفارش سے واجب سفارش مرادہو،مثلا: مظلوم کوظالم سے بچانے کے لیے حکمران کوسفارش کرنا۔یاکسی

---

[1] سبل السلام،بَابُ الرِّبَا،الْهَدِيَّة إِلَى الشَّائِع مِنْ الربا،ج ٢ص ٥٨.

ناجائز کام کی سفارش مراد ہو، مثلا: کسی ظالم کو عوام پر مسلط کرنے کے لیے حکمران سے سفارش کرنا۔ کیونکہ پہلی صورت میں سفارش واجب ہے اور دوسری صورت میں حرام اور دونوں پر اجرت لیناشرعا منع ہے۔ البتہ اگر سفارش مباح ہو تو پھر اس پر ہدیہ لیناناجائز نہیں، کیونکہ غیر واجب احسان کا بدلہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مباح سفارش پر بھی ہدیہ لیناحرام ہو کیونکہ سفارش معمولی چیز ہے اس کا بدلہ نہیں لیاجاتا"۔

بعض شارحین و محدثین نے روایت کو عموم پر بھی رکھاہے لیکن ربا کو حقیقی اور شرعی سود کے معنی میں لیااور اس کی بناء پر ہر طرح سفارش پر ہدیہ لینے کو حرام نہیں قرار دیابلکہ اس کو ربا کے ساتھ ایک گونا تشبیہ پر حمل کیاہے کہ جس طرح ربا کی وجہ سے بعض حلال چیزیں یا نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں، یوں ہی سفارش پر ہدیہ لینے کا بھی یہ حال ہے۔ "بذل المجہود" میں ہے:

نقل في "الحاشية" عن "فتح الودود": وذلك لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها، وقد تكون واجبة، فأخذ الهدية عليها يضيع أجرها، كما أن الربا يضيع الحلال.[١]

ترجمہ: "اچھی سفارش مستحب ہے اور بسااوقات واجب ہوتی ہے جس پر اجرت لینے سے اس کا اجر ضائع ہوتا ہے جیسا کہ سود کی وجہ سے حلال چیز برباد ہوتی ہے"۔

---

[١] بذل المجهود في حل سنن أبي داود،أَوَّلُ كِتَابِ الْبُيُوعِ ،بابٌ: في الرَّجُلِ يُفَضِّلُ بَعْضَ وُلْدِهِ فِي النُّحْلِ، ج١١ص ٢٦٩.

دوسرا اشکال: بعض فقہی جزئیات

موضوع سے متعلق بعض فقہی جزئیات کی بنیاد پر بھی اشکال کیا جا سکتا ہے اور ایک مدت تک خود یہ ناکارہ بھی ان جزئیات کی بنیاد پر سفارش پر اجرت لینے کو ممنوع سمجھتا رہا ہے، وہ جزئیات یہ ہیں۔ "محیط" میں ہے:

وفي «نوادر ابن سماعة» عن أبي يوسف: رجل ضلّ شيئاً، فقال: من دلني عليه فله درهم فدلّه إنسان فلا شيء له؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، ولو قال لإنسان بعينه: إن دللتني عليه فلك درهم، فإن دلّه من غير شيء معه فكذلك الجواب لا يستحق به الأجر وإن مشى معه ودلّه فله أجر مثله، لأن هذا عمل يقابل الأجر عرفاً وعادة إلا أنه غير مقدر ففسد العقد ووجب به أجر المثل.[1]

ترجمہ: "نوادر ابن سماعہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ: اگر کسی سے کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ یہ اعلان کرے کہ جو کوئی بھی اس بارے میں میری رہنمائی کرے گا اسے درہم ملے گا، پس اگر کوئی اس کی رہنمائی کرے تو اس کے لیے کچھ بھی لازم نہیں۔ کیونکہ رہنمائی یا اشارہ ایسا کوئی کام نہیں جس پر اجرت لینے کا استحقاق پیدا ہو جائے۔ البتہ اگر اس کے ساتھ چل کر اسے دکھادے تو پھر اسے اجر مثل ملے گا، کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جس کے مقابلے میں عام طور پر اجرت لی جاتی ہے

---

[1] المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الإجارات، الفصل الخامس عشر: في بيان ما يجوز من الإجارات وما لا يجوز، ج ٧ص ٤٨٥.

مگر چونکہ یہ پوری طرح منضبط نہیں اس وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہے اور اس پر اجر مثل واجب ہے"۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفي البزازية والولوالجية: رجل ضل له شيء فقال: من دلني على كذا فهو على وجهين: إن قال ذلك على سبيل العموم بأن قال: من دلني فالإجارة باطلة؛ **لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه: إن دللتني على كذا فلك كذا إن مشى له فدله فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة إلا أنه غير مقدر بقدر فيجب أجر المثل، وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء.** قال في السير الكبير: قال أمير السرية: من دلنا على موضع كذا فله كذا يصح ويتعين الأجر بالدلالة فيجب الأجر اهـ.[1]

اعلان کرے کہ: اگر کوئی میری اس بارے میں رہنمائی کرے تو اسے اس قدر رقم ملے گا تو اس کی دو صورتیں ہیں: اگر عمومی اعلان کرے یعنی کہ جو بھی میری رہنمائی کرے تو اس صورت میں اجارہ کا یہ معاملہ باطل ہے، کیونکہ محض رہنمائی یا اشارہ ایسا کوئی کام نہیں جس پر اجرت لینے کا استحقاق ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عمومی اعلان نہ کرے بلکہ کسی متعین شخص سے کہے کہ: اگر آپ میری رہنمائی کریں گے تو آپ

---

[1] الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب ضل له شيء فقال من دلني عليه فله كذا، ج ٦ ص ٩٥.

کواس قدر ملے گا تو اگر وہ اس کے ساتھ چل کر اس کی رہنمائی کرے تو اس کے ساتھ چلنے کی وجہ سے اس محنت کے بقدر اجرت لازم ہوگی، کیونکہ یہ ایسا کام ہے جو عقد اجارہ کے ذریعے واجب ہوسکتاہے تاہم چونکہ اجرت متعین نہیں اس وجہ سے اجر مثل لازم ہے۔ نیز اس صورت مین بھی وہ اگر چلے بغیر رہنمائی کرے تو پھر دونوں کا حکم ایک ہے۔ سیر کبیر میں ہے کہ: لشکر کا امیر اگر کہے کہ: اگر کوئی ہمیں فلاں جگہ دکھادے تو اس کے لیے اس قدر مال تو یہ معاملہ درست ہے اور جگہ دکھانے پر اجر ت لازم ہے"۔

ان جزئیات میں کسی چیز کی طرف صرف اشارہ کرنے یا اس کی جگہ بتانے اور کسی کو اس کی طرف رہنمائی کرنے پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور وجہ اس کی یہ بتائی گئی ہے کہ یہ ایسی خدمات کے قبیل سے نہیں ہیں جن پر اجارہ منعقد کرنا اوراجرت کا مستحق بننا درست ہو۔

لیکن کافی غور وخوض کے بعد بظاہر یہ معلوم ہوا کہ یہ جزئیات تو اپنی جگہ بالکل درست ہیں تاہم درج بالا خدمات پر اجرت لینے کے درست نہ ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ یہ خدمات مقصود بالاجارہ نہیں ہیں ورنہ بظاہر کوئی اور شرط مفقود معلوم نہیں ہوتی جن کی بناء پر اس طرح اجرت وصول کرنے کو ناجائز ٹھہرایا جاسکے۔ اور پہلے یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ کونسی منافع وخدمات مقصود ہیں اور کونسی نہیں؟ اس کا دار مدار لوگوں کا تعامل وتعارف ہے، لہٰذا ممکن ہے کہ کسی زمانے میں ان جیسی چیزوں پر رواج نہ ہونے کی وجہ سے اجرت لینا جائز نہ ہو لیکن دوسرے زمانے یا جگہ میں تعامل کی وجہ سے اس کی اجازت دیدی جائے۔

اخلاقی نقطہ نظر سے جائزہ

یہاں تو خالص فقہی بحث مقصود تھی کہ فقہی نقطہ نظر سے جائز سفارش پر اجرت لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور کوئی اس طرح اجرت وصول کر ہی لے تو وہ حرام نہیں ہے۔ تاہم جہاں تک اخلاقی لحاظ سے اس کا تعلق ہے تو اس نقطہ نظر سے اس سے احتراز ہی کرنا مناسب، مستحسن اور مندوب ہے۔ سفارش پر اجرت لینے میں اس اعتبار سے کئی مضرتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف: اسلامی معاشرے میں رہنے والے افراد واشخاص کے درمیان باہمی تعاون وہمدردی کا جذبہ شرعا، عقلا اور اخلاقا مطلوب ومقصود ہے، جبکہ سفارش وغیرہ ہر چھوٹی بڑی خدمت پر اجرت لینے کے رواج سے ان جیسے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچتی ہے۔

ب: اجرت لینے کا دروازہ ایک بار کھولا جائے تو معاملہ حدود سے تجاوز کرنے لگ جائے گا اور ناجائز کاموں کی سفارشات کا بھی راستہ آہستہ آہستہ کھلتا رہے گا۔

ج: سفارش کے طریقہ کار میں بھی زیادتی کی جانے لگ جائے گی اور پھر سفارش صرف درخواست کی حد تک محدود نہ رہے گا بلکہ زور وزبردستی کے ساتھ منوانے اور منظور کروانے کی روش شروع ہو جائے گی۔

حاصل بحث

اس بحث وتمحیص کا حاصل یہ ہوا کہ اخلاقی لحاظ سے تو سفارش خیر وبھلائی اور باہمی تعاون وہمدردی کے جذبے سے ہی کرلینا چاہیے، اس پر اجرت لینے بلکہ ہدیہ

قبول کرنے سے بھی احتراز ہی کرلینا چاہئے، لیکن فقہی لحاظ سے اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے کہ:

الف: اگر سفارش کے ساتھ کوئی مباح خدمت بھی انجام دیدے اور اس کے بدلے پہلے سے باقاعدہ اجرت طے کی جائے تو بلاشبہ اس کی اجازت ہے۔

ب: اگر کوئی اور خدمت نہ کرنی پڑے، صرف سفارش کرنے پر ہی اجرت کا لین دین مقصود ہو تو متعدد اہلِ علم کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ اس کی گنجائش ہے جبکہ سفارش مباح ہو، حرام یا واجب کے قبیل سے نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب۔

ناکارہ عبید الرحمن، لیلۃ السبت ۱۷ ربیع الاول ۴۴ھ